حقوقِ انسانی کی تحریک

پروفیسر اقبال احمد انصاری

اسلامک فقہ اکیڈمی
نئی دہلی

لکچرز سیریز ——— ①

حقوق انسانی کی تحریک

پروفیسر اقبال احمد انصاری

اسلامک فقہ اکیڈمی

۱۶۱۔ ایف، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

نام : ——— حقوق انسانی کی تحریک

مصنف : ——— پروفیسر اقبال احمد انصاری

مطبع : ——— فائن آرٹ ایجنسیز، دہلی

تعداد : ——— ۱۰۰۰ ۱۹۹۳ء

قیمت : ———

(سول ڈسٹری بیوٹرز)

قاضی پبلشرز و ڈسٹری بیوٹرز

بیج بلڈنگ حضرت نظام الدین ویسٹ نئی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

مجمع الفقہ الاسلامی الہند نے مدارس عربیہ دینیہ میں عصری علوم پر محاضرات کے اہتمام کے ساتھ مدارس اسلامیہ کے منتخب طلباء کے تربیتی کیمپس بھی مدارس میں ہی منعقد کیے۔ جس میں مختلف علوم و فنون پر علماء کی نگرانی میں ممتاز اساتذہ کے مختلف نہج اور معیار کے لکچرس ہوئے۔

مدارس کے عمومی فائدے کے پیش نظر اکیڈمی نے ان کی اشاعت کا منصوبہ بنایا ہے۔

توقع ہے کہ ہمارے طلباء درسیات پر محنت و توجہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم و فنون کے مبادیات سے بھی واقف ہونے کی سعی کریں گے۔

والسلام

مجاہد الاسلام القاسمی

آجکل حقوق انسانی کی گونج دنیا میں ہر طرف سنائی دے رہی ہے چنانچہ حال ہی میں ویانا میں (۱۴ تا ۲۵ جون) اقوام متحدہ نے اسی موضوع پر ۱۹۴۸ء سے ۱۹۹۳ء تک کی پیش رفت کے جائزہ کے لئے ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ ۱۹۸۸ء میں اقوام متحدہ کے عالمی اعلانیہ حقوق انسانی کی چالیسویں سالگرہ منائی گئی، پھر ۱۹۸۹ء میں انقلاب فرانس کی دو سو سالہ تقریبات منعقد ہوئیں اور حریت و مساوات اور اخوت کے جو نعرے ۱۷۸۹ء میں بلند ہوئے تھے اس نے دنیا کو پھر ایک بار اس طرح چیلنج کیا کہ سویت روس اور وسطی و مشرقی یورپ میں جمہور نے پچھلے دو تین برسوں میں ساری قدغنوں کو توڑ دیا۔ جنوبی افریقہ میں کالے گورے کا امتیاز بتدریج مٹتا نظر آرہا ہے۔

ہمارے ملک میں بھی حقوق انسانی کا موضوع پریس و پلیٹ فارم سے اور ایوانوں میں توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ حال ہی میں حکمراں جماعت نے اپنے منشور میں کئے گئے وعدے کے مطابق ایک کمیشن برائے حقوق انسانی کے قیام کے لئے ایک بل پارلیمنٹ میں زیر غور رکھا

اسلام نے سب سے پہلے حقوق انسانی کے احترام اور ان کے حصول کے لئے ضوابط و قوانین مقرر کیا اس وقت پہلے ہم اس تحریک کی مغرب میں اٹھان اور فروغ کے محرکات و اثرات کا جائزہ لیں گے۔

حقوق انسانی کی بنیاد اس نظریہ و عقیدہ پر ہے کہ سارے انسان آزاد اور باعتبار حقوق و حیثیت مساوی پیدا ہوتے ہیں اس لئے سب انسان یکساں آزادی و وقار اور مساوی حقوق کے مستحق ہیں۔ انسان کو یہ حقوق بادشاہ یا ریاست و مملکت کا عطیہ نہیں بلکہ وہ ان کا پیدائشی حق ہے اور یہ حقوق ایسے ہیں جو انسان کی ہستی سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ ان حقوق کے

بغیر انسان کی زندگی بامعنی انسانی زندگی باقی نہیں رہتی۔ ان حقوق میں زندہ رہنے کا حق، تحفظ ذات کا حق یکساں وقار و شرف انسانی کا حق، آزادی رائے، وضمیر و مذہب کی آزادی اور نقل و حرکت اور پیشہ و انجمن کا حق، قانون اور سماجی حیثیت میں مساوات کا حق اور کسی امتیاز کا شکار نہ بنائے جانے کا حق، اور ان میں سے کسی کے اتلاف اور ظلم و زیادتی کی صورت میں عدالتی چارہ جوئی کا حق، بنیادی حقوق ہیں۔ اسی طرح کسی ریاست کا شہری ہونے کا حق اور اپنے ملک کے سیاسی امور میں مساوی رائے دینے اور سیاسی عمل میں حصہ لینے کا حق بھی بنیادی حق ہے۔ زندگی کو قائم رکھنے اور اسے بامعنی و پرمسرت بنانے کے لئے غذا، کپڑا، مکان، طبی امداد، تعلیم و تفریح کا معقول معیار پر فراہم ہونا اور اس کے لئے وسائل معاش کا حق بھی بنیادی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس پر مستزاد زبان و رسم الخط اور مذہب و ثقافت کے تحفظ و فروغ کا حق بھی افراد انسانی اور ان کے گروہوں کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔

افراد کے حقوق سے آگے بڑھ کر اب انسانی گروہوں، طبقات اور خصوصاً خطرہ و خدشہ کی زد میں آنے والے مثلاً بچے، عورتیں اور اقلیتیں... سب کے اجتماعی حقوق کا تحفظ بھی حقوق انسانی کی عالمی تحریک کا ترجیحی ہدف بنا ہوا ہے۔ مخدوش حالت میں مبتلا لوگوں میں پناہ گزیں اور بے وطن لوگوں کا شمار خصوصاً قابلِ ذکر ہے۔

سب سے پہلے اس سوال کا جواب ضروری ہے کہ فرد انسانی کے انفرادی حقوق پر اتنا زور کیوں جبکہ مذہب و اخلاق فرائض پر زور دیتے ہیں۔ پوری تاریخ انسانی میں چند مستثنیات کو چھوڑ کر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حقوق پر سماج کے تھوڑی تعداد والے طاقتور طبقوں کی اجارہ داری رہی ہے، جبکہ عام انسانوں کو بھاری اکثریت حقوق سے ہر جگہ محروم رہی ہے۔ اس کے ذمہ صرف فرائض رہے ہیں۔ چنانچہ یونان شہری ریاستوں میں بھی جو جمہوریت کا جو اولین تجربہ ملتا ہے اس میں ریاست کے سب باشندے شہری نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں شہریوں اور غلاموں کی تقسیم پائی جاتی تھی۔

آپ قانونی و سیاسی مباحث کے حوالے کے بغیر خود اپنے نفسیاتی تجربہ سے کام لے کر غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آپ کو اپنی زندگی برقرار رکھنے اور اسے بامراد و پرمسرت بنانے کے لئے

چند حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ کو اس کا پورا اطمینان ہو کہ کوئی دوسرا آپ کی جان و مال وعزت و آبرو کے درپے نہیں ہوگا۔ آپ کو اپنے اور عقیدہ و مذہب کی آزادی ہوگی۔ آپ کے نجی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی آپ آزادانہ رائیں اختیار کر سکیں گے اور ان کا اظہار جائز حدود میں کر سکیں گے۔ آپ اپنی مرضی سے پیشہ و کاروبار اختیار کر سکیں گے، نقل و حرکت کر سکیں گے اور یہ کہ آپ کے ساتھ آپ کی پیدائش یا رنگ و نسل وعقیدہ و مسلک کی وجہ سے کوئی محرومی و مجبوری وابستہ نہیں ہوگی اور آپ کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ ان سب سے بھی زیادہ مقدم آپ کی خواہش یہ ہوگی کہ کسی طرح سے آپ کی تذلیل و تحقیر نہ کی جائے۔ آپ یہ بھی چاہیں گے کہ دنیا کے وسائل اور اپنی صلاحیتوں کی مدد سے اپنے مقاصد زندگی اور فلاح و ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ اور یہ کہ اگر ان حقوق پر کسی طرف سے دست اندازی ہو تو آپ ایک آزاد عدالت کے ذریعہ چارہ جوئی کر سکیں، اور یہ کہ عدالت آپ کو اپنے دفاع اور صفائی کا پورا موقع قانونی صلاح و مشورہ کے ساتھ دے تاکہ آپ الزامات سے بری ہو کر اپنے حقوق بحال کرا سکیں۔ الا یہ کہ منصفانہ عدالتی کاروائی کے نتیجہ میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ آپ کسی ایسے عمل کے مرتکب ہوئے ہیں جو دوسرے کے حقوق کی خلاف ورزی اور معاشرہ کی صحت و سلامتی کے لئے خطرہ کا باعث ہے، جس صورت میں آپ کو صرف اتنی ہی سزا ملے گی جو اس جرم کے لئے متعین ہے اور یہ کہ کوئی سزا بھی انسانیت سوزی و تذلیل و تحقیر پر مبنی نہیں ہوگی۔

آپ مزید غور کریں تو محسوس ہوگا کہ زندگی کو برقرار رکھنے اور بامراد بنانے کے لئے آزادی اور مساویانہ حقوق اور ان کے قانونی تحفظ کے علاوہ چند اور شرطیں پوری ہونی ضروری ہیں مثلاً معقول روزگار، تعلیم اور طبی امداد اور اس کا تحفظ کہ آفات ارضی و سماوی اور امراض و حوادث کی پیدا کردہ معذوری کی صورت میں آپ اور آپ کے متعلقین کی کفالت کا معقول انتظام ہو۔ بہ حیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ وقار انسانی کے مطابق صحت مند و خوشحال زندگی کے لئے مہد سے لحد تک ایک کم سے کم معیار کا تحفظ جو آپ اور آپ کے اہل و عیال کی بنیادی شہری، معاشی و سماجی و ثقافتی ضرورتوں کی تکمیل کی ضمانت دے سکے۔ ضروری ہے

آپ غور کریں کہ کیا جن حقوق کی ضمانت آپ اپنے لئے چاہتے ہیں، سارے انسان جو

اس کرۂ ارضی پر پیدا ہوئے اور بستے ہیں ان کے مستحق ہیں یا نہیں ؟ اس بات کی پرشور گونج کہ ان حقوق پر صرف بالادست طبقوں کی اجارہ داری نہ رہے بلکہ سب انسانوں کو فرد انسانی کے شرف کی وجہ سے اس کا برابری سے مستحق سمجھا جائے دور جدید میں اٹھارہویں صدی کے اواخر میں رونما ہونے والے انقلاب فرانس اور امریکی آزادی کی تحریک کے نعروں اور اعلانیوں میں سنائی دیتی ہے ۔

۱۷۷۶ کے امریکی اعلانیہ آزادی اور ۱۷۸۹ کے فرانسیسی انقلاب کے انسانوں اور شہریوں کے حقوق کے چارٹر دونوں میں اس کو ایک بدیہی حقیقت تسلیم کرتے ہوئے پرزور اعلان کیا گیا کہ تمام انسان آزاد اور حقوق و شرف میں مساوی پیدا ہوتے ہیں ۔ اس پر بھی زور دیا گیا کہ یہ حقوق انسان کے وجود کے ساتھ پیوست ہیں اور لاینفک ہیں ۔ اور یہ کہ سماجی اور ریاستی اداروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ فرد کی زندگی، آزادی اور شادکامی کی تکمیل کے تحفظ اور اس کے لئے وسائل کی ضمانت دے ۔ اس تحریک کے بطن سے حریت مساوات اور اخوت کے نعروں کا جنم ہوا جو اب تک تمام جمہوری تحریکوں کو روشنی و حرارت بخش رہے ہیں اور جمہوری ریاستوں و دستوروں کے لئے کلیدی پتھر کا کام کر رہے ہیں ۔ انگلستان میں آزادی اور مساویانہ حقوق کے لئے کوئی انقلاب نہیں برپا ہوا بلکہ بتدریج چار پانچ صدیوں کے تاریخی ارتقائی عمل سے رفتہ رفتہ حقوق کی توسیع ہوتی رہی ۔

جمہوری فکر و خیال کا یہ سلسلہ اقوام متحدہ کے قیام کے بعد اس کے ۱۹۴۵ کے چارٹر میں اور پھر زیادہ واضح اور متعین شکل میں ۱۹۴۸ کے عالمی اعلانیہ حقوق انسانی پر منتج ہوا ۔ اس اعلانیہ میں تیس شقیں ہیں جو ان تمام حقوق پر مشتمل ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے ۔ یہ شقیں آزادی رائے و ضمیر و مذہب سے لے کر کم سے کم معیار زندگی کی ضمانت کے حقوق تک ہمہ گیر ہے ۔ اس اعلانیہ کو اس وقت کے اقوام متحدہ کے پچاس ارکان ممالک کی تائید حاصل تھی ۔ اس کی نوعیت و غایت یہ ہے کہ دنیا کے تمام ممالک اپنے دستوروں، قانونوں اور پالیسیوں اور پروگرام کی تشکیل و ترتیب میں اس اعلانیہ کے اصولوں اور معیاروں کو پیش نظر رکھیں اور ان سے مطابقت پیدا کریں ۔

یہی وہ زمانہ تھا جبکہ ۴۹ - ۱۹۴۶ کے درمیان ہمارے ملک کی دستور ساز اسمبلی آزاد ہندوستان کے لئے ایک جمہوری آئین مرتب کرنے کے کام میں مصروف تھی ۔ ہماری قومی تحریک آزادی اپنی پوری مہم کے دوران انہیں جمہوری انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کوشاں رہی اور آزاد ہندوستان

میں ان کے نفاذ کی بشارت دیتی رہی ملک کی یہ خوش قسمتی ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں ایسے روشن ذہن ارکان تھے جو آزادی، مساوات، عدل اور اخوت انسانی کے خواب کو آئین کے ذریعہ معتبر بنانے کا مخلصانہ عزم رکھتے تھے۔ چنانچہ دستور ہند کا باب برائے بنیادی حقوق انسانوں اور شہریوں کو ان بیشتر حقوق کی ضمانت دیتا ہے جن کا تعلق آزادی و مساوات اور عدل سے ہے۔ بعدیں دستور میں ترمیم کے ذریعہ اس کی بھی ضمانت کر دی گئی کہ سماج کے پسماندہ طبقات اور کمزور و تاریخی طور سے محروم ذاتوں و قبائل کے لوگوں کو خصوصی حقوق دے کر انھیں برابری حاصل کرنے کے لائق بنانے کی سعی میں قانونی مساوات کا عذر مانع نہ ہو۔ اس طرح آزادی، مساوات اور سماجی عدل کے بعض اوقات متضاد تقاضوں کا ایک منصفانہ حل نکالا گیا۔ البتہ ہمارے دستور نے کاروبار اور تعلیم کے حق کو بنیادی حق کے زمرے میں نہ رکھ کر انہیں ابتدائیہ Preamble اور ریاست کے رہنما اصولوں کے باب کا حصہ بنا کر ریاست کو اقدامات کے لئے پابند کیا کہ وہ ایسے حالات پیدا کرے کہ معقول روزگار، تعلیم، طبی امداد اور رہائش سب کے لئے مہیا ہو سکے۔

۱۹۴۸ کے اقوام متحدہ کے اعلانیہ حقوق انسانی کے بعد غور و فکر کا یہ رُخ رہا کہ سارے انسانی حقوق کو یکجا رکھنے کے بجائے ان کو نوعیت کے اعتبار سے دو دستاویزوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ فرد کے شہری و سیاسی حقوق مثلاً آزادی فکر و رائے اور نقل و حرکت، پیشہ، انجمنوں اور جلسہ و پُرامن جلوس جیسی آزادیاں جن کے تحفظ کی ضمانت معاشی ترقی اور وسائل کی دستیابی پر منحصر نہیں کی جا سکتی ان پر مشتمل ایک دستاویز اور دوسرا دستاویز معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق مثلاً کاروبار، تعلیم، طبی امداد، سماجی تحفظات برائے روزگار ضعفا، و معذورین.. جیسے حقوق پر مشتمل ہے انہیں دو بین الاقوامی معاہدوں کے نام سے اختیار کیا گیا اور ان کا ۱۹۷۶ میں نفاذ ہو گیا جبکہ کم سے کم مطلوبہ تعداد میں ارکان ممالک نے ان معاہدوں پر دستخط کر کے ان کی توثیق کر دی۔ ہمارے ملک نے ان دونوں معاہدوں پر ۱۹۷۸ء میں دستخط و توثیق کا کام کیا۔ ان میں سے شہری و سیاسی حقوق سے متعلق عالمی معاہدہ کے ساتھ ایک اختیاری پراٹوکل تیار کیا گیا جس کی رو سے رکن ریاست کا کوئی شہر اپنے ان حقوق کے بے جا سلب کئے جانے کی صورت میں دستیاب تمام تدارک کی تدابیر سے چارہ جوئی کے باوجود انصاف سے

محروم رہے تو اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے کمیشن سے دادرسی کے لئے رجوع کرسکتا ہے۔
ان بین الاقوامی معاہدوں کے علاوہ حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے اقوام متحدہ کے تحت ایک کمیشن برائے حقوق انسانی قائم ہے جس کا ایک ذیلی ادارہ دنیا میں آباد مذہبی، نسلی ولسانی وثقافتی اقلیتوں کے خلاف امتیازات کے تدارک اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے بھی کام کر رہا ہے۔

غور کیا جائے تو روٹی اور آزادی کے دوگونہ حقوق ناقابل تقسیم نظر آئیں گے لیکن آزادی اور مساوات کو اولیت اس لئے حاصل ہے کہ ایک طرف تو یہ شرف و مرتبہ انسانی کے لئے لازمی ہیں دوسرے روٹی کے باعزت اور اپنی مرضی کے مطابق حصول میں آزادی اور مساوات کے حقوق مددگار ہوتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے عزم کیا تھا کہ آزاد ہندوستان میں ایک طرف ہر فرد کو بنیادی حاصل ہوں، دوسری طرف سماجی و معاشی نظام اور پالیسیاں ایسی ہوں کہ سب کو سب کی معاشی ضروریات کی تکمیل اور سب کے سماجی فلاح کی ضمانت ہو سکے۔

حقوق انسانی اسلام کے تناظر میں

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ جن افکار و تصورات تک انسان نے اپنی عقل و بصیرت سے اتنے لمبے عرصے کی جدوجہد کے بعد رسائی حاصل کی اسے اسلام نے بذریعہ وحی کلام الٰہی اور نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ اس پر عمل کرنے کی اولیت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ہر عامی و عالم مسلمان حقوق اللہ کے ساتھ حقوق النفس اور حقوق العباد کے تصور سے واقف ہوتا ہے اور اور یہ بھی کہ اسلام میں ان کا دائرہ صرف اخلاقی مواعظ اور آخرت کے ثواب و عذاب تک محدود نہیں بلکہ واضح قوانین اور اداروں کے ذریعہ ان حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری معاشرہ اور ریاست پر ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ تمام انسانوں کا شرف و حیثیت اور حقوق میں مساوی ہونا اسلام نے وحدت الٰہ اور آخرت کے بنیادی عقائد سے منسلک کر دیا جس سے اس تصور کی جڑیں گہرائی میں پیوست ہو گئیں جسے کوئی خلیفہ یا امیر یا عالم یا سلطان اپنی مرضی سے سلب نہیں کرسکتا۔

انسانی جان کی حرمت اور اس کی آزادی اور شرف و عزت کے تحفظ پر اسلام نے اخلاقی تعلیمات میں بھی اور قوانین کے ذریعہ بھی جتنا زور دیا ہے اتنی گہرائی و وسعت کہیں اور

نہیں ملے گی۔ انسانی جان کی حرمت ان الفاظ میں پیش کی کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کی جان ناحق لی تو گویا ساری نسل انسانی کے قتل کا مرتکب ہوا اور اگر کسی انسان کی جان بچائی تو گویا ساری نسل انسانی کا تحفظ کیا۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انسان کی جان کی حرمت اور تمام انسانوں کے نسل و رنگ کے امتیاز کے بغیر مساوی ہونے کا اعلان کیا۔ پھر عدل و انصاف کا حصول ہر انسان کا حق قرار دیا گیا۔ اس تصور کو وسعت دے کر عدل اجتماعی کا تصور اسلام نے پیش کیا۔ کمزور ضعیف و ضرورت مندوں و آفت زدہ لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری معاشرہ اور حکومت پر عائد کی۔ انسان کی معاشی زندگی کے لئے ایسے رہنما اصول دئے کہ دولت مجتمع نہ ہو، استحصال کا خاتمہ ہو، اور ہر شخص کو اس کی محنت کا ثمرہ ملے۔ عورتوں کو انسانی اور روحانی حیثیت میں شرف و وقار و عزت میں سارے حقوق دئے جو مردوں کو حاصل ہیں، البتہ عائلی زندگی میں مرد و عورت کے حقوق کامل مساویانہ نہیں لیکن شرط عدل، کا پورا لحاظ ہے۔ مثلاً بیٹی کو وراثت میں بیٹے کا نصف حصہ دیا گیا ——— لیکن اس کے ساتھ مرد کو بیوی اور بچوں کی کفالت کا قانوناً ذمہ دار اور عورت کو اس ذمہ داری سے آزاد رکھا گیا۔

'حقوق انسانی' کا دائرہ اسلام نے جنگ کی حالت تک بڑھا کر غیر متحارب کو ضرر سے آزاد رکھنے اور جنگی قیدیوں کے تبادلہ اور ان کے ساتھ اچھے سلوک کے لئے ضوابط پیش کئے۔

اقلیتوں کے حقوق نہایت واضح و مرتب بنا کر پیش کئے اور اس پر عمل کیا۔